

امام احمد بن شعیب نسائیؒ

۲۱۵ھ تا ۳۰۳ھ

عبدالرشید عراقی

صحاح ستہ کے پانچویں رکن امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی ہیں۔ آپ کا تعلق خراسان کے شہر نساء سے تھا۔ خراسان کا علاقہ ہمیشہ سے علم و فن اور ارباب کمال کا مرکز رہا ہے {۱} نساء خراسان کے شہر مرو کے قریب واقع ہے {۲}۔

پیدائش اور ابتدائی تعلیم

© rasailojaraic

امام نسائی ۲۱۵ھ میں نساء میں پیدا ہوئے۔ امام نسائی نے خود اس کی تصریح کی ہے کہ میری پیدائش ۲۱۵ھ میں ہوئی۔ حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے: "یشبهه ان یکون مولدی فی سنة ۲۱۵ھ" (اندازہ ہے کہ میری پیدائش ۲۱۵ھ میں ہوئی) {۳}

ابتدائی تعلیم امام نسائی نے کہاں حاصل کی، اس کی تفصیل نہیں ملتی۔ لیکن اس زمانہ میں خراسان کا علاقہ علم و فن کا مرکز بن چکا تھا۔ خراسان میں اصحاب علم و فضل کی ایک کثیر تعداد موجود تھی۔ اس لئے قیاس یہی ہے کہ امام نسائی نے ابتدائی تعلیم خراسان ہی میں حاصل کی ہوگی {۴}

تحصیل حدیث کے لئے سفر

امام نسائی نے جس دور میں جنم لیا، اس وقت علم حدیث کی تحصیل کے لئے گھربار چھوڑنا اور دور دراز ممالک کا سفر کرنا مسلمانوں کا خصوصی شعار بن چکا تھا، جس کا آج اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔ محدثین کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تحصیل علم کے لئے

مختلف ممالک کا سفر کرنا علمائے کرام کے نزدیک بہت معمولی بات تھی۔ اسی ضابطہ کے تحت امام نسائی نے حجاز، عراق، مصر، شام، اور جزائر کے سفر کئے۔ اپنے ان اسفار کا آغاز انہوں نے ۱۵ سال کی عمر میں کیا اور سب سے پہلے امام حدیث قتیبہ بن سعید (م ۲۴۰ھ) کی خدمت میں بلخ حاضر ہوئے {۵} بلخ میں ۱۴ ماہ قیام {۶} کے بعد آپ نے عراق، حجاز، شام، جزیرہ اور مصر کے سفر کئے اور ہر جگہ اساطین فن سے استفادہ کیا {۷}۔

مصر میں مستقل سکونت

مختلف ممالک میں تحصیل علم کے بعد امام نسائی نے مصر میں مستقل سکونت اختیار کر لی اور مصر کو اپنے علوم کی نشر و اشاعت کا مرکز بنایا۔ جیسا کہ امام ذہبی (م ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں: ”تکمل تعلیم کے بعد امام نسائی نے مصر میں مستقل سکونت اختیار کی، اور مصر کو اپنے علوم کی نشر و اشاعت کا مرکز بنایا“ {۸}

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) تحریر فرماتے ہیں: ”در مصر ممکن داشت و تصانیف درون دیار منتشر است و مردم بسیار از و اخذ و نقل حدیث کردہ اند۔ پس از مصر بدمشق آمد“ {۹} (انہوں نے مصر میں سکونت اختیار کی اور ان کی تصانیف ملک بھر میں پھیلیں اور بہت سے لوگوں نے امام صاحب سے اخذ و روایت حدیث کیا۔ اور آخری عمر (۳۰۲ھ) میں مصر سے دمشق آگئے تھے۔)

اساتذہ و تلامذہ

امام نسائی کے اساتذہ و تلامذہ کی فہرست طویل ہے۔ ان کے اساتذہ و تلامذہ میں اساطین فن شامل ہیں۔ مشہور اساتذہ یہ ہیں: امام اسحاق بن راہویہ، امام قتیبہ بن سعید، امام محمد بن بشار، امام محمد بن نصر مروزی، امام یونس بن عبد اللہ الاعلیٰ اور محدثین صحاح ستہ میں امام محمد بن اسماعیل بخاری اور امام ابو داؤد مجستانی۔ {۱۰} اور آپ کے مشہور تلامذہ یہ ہیں: امام ابن السنی، امام محمد بن قاسم اللاندلسی، امام ابو جعفر طحاوی، امام ابو عوانہ اور امام ابو علی کنانی۔ {۱۱}

امام نسائی کا علمی تجر

امام نسائی کو تمام علوم اسلامیہ و دینیہ میں پوری دستگاہ حاصل تھی۔ تفسیر میں ان کو کمال حاصل تھا، اور فقہ و فقہی احکام کے استنباط میں ان کا پایہ بہت بلند تھا۔ لیکن حدیث میں ان کا مقام خاص اہمیت کا حامل ہے، اس لئے کہ تیسری صدی ہجری کا زمانہ علم حدیث کی تاریخ میں بڑی اہمیت اور خاص امتیاز رکھتا ہے۔ اس زمانہ میں ہر گھر میں علم حدیث کا چرچا تھا اور اسلامی ممالک کا ہر بڑا شہر اس کا مرکز تھا۔ اس دور سے زیادہ بڑے محدثین اور کسی دور میں پیدا نہیں ہوئے۔ امام نسائی بھی اسی دور میں پیدا ہوئے تھے۔ اس لئے قدرتی طور پر ان کی توجہ کا مرکز علم حدیث ہی قرار پایا اور علم حدیث میں ان کو جو کمال اور تجر حاصل ہوا وہ ان کے معاصرین میں اور کسی کو حاصل نہیں ہوا۔ ارباب سیر اور آپ کے معاصرین نے امام نسائی کی علمی و تحقیقی خدمات کو تسلیم کیا ہے۔

علامہ ابن خلکان (م ۶۸۱ھ) لکھتے ہیں :

”کان امام عصرہ فی الحدیث“ {۱۲}

(امام نسائی اپنے زمانہ میں حدیث کے امام تھے۔)

علامہ ابن خلکان نے مورخ ابو سعید عبد الرحمن کا یہ قول ان کی کتاب ”تاریخ مصر“ کے حوالہ سے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے :

”کان اماماً فی الحدیث ثقةً حافظاً“ {۱۳}

(وہ حدیث میں امام، ثقہ، معتبر اور حافظ تھے۔)

امام دارقطنی (م ۳۸۵ھ) فرماتے ہیں :

ابو عبد الرحمن النسائی مقدم علی کل من یدکر

بہذا العلم من اهل عصرہ {۱۴}

(ابو عبد الرحمن نسائی اپنے زمانہ کے تمام محدثین سے (شیخین کے بعد) برتر تھے۔)

امیر بحانی نے امام زہبی کی کتاب سیر اعلام النبلاء کے حوالہ سے اپنی کتاب توضیح الافکار میں لکھا ہے :

هو احذق بالحديث و عللم و رجاله، من مسلم
والترمذی و ابو داؤد، و هو جارفی مضمار البخاری و ابی
زرعة {۱۵}

(یہ مسلم، ترمذی، ابو داؤد سے حدیث، علل حدیث اور علم الرجال میں زیادہ ماہر
ہیں اور بخاری و ابو زرہ کے ہمسر ہیں۔)

زہد و تقویٰ

امام نسائی زہد و تقویٰ میں یکتائے روزگار تھے اور ان کی عملی زندگی نہایت پاکیزہ
تھی۔ ان کا دل خشیت الہی سے لبریز اور ذکر الہی سے معمور رہتا تھا۔ وہ بڑے عبادت گزار،
مجمع سنت اور صاحب ورع و تقویٰ تھے

برائے نامی و دیدہ و شناسا اور سنت کا احیاء ان کا خاص مشن اور نصب العین تھا۔ دن اور
رات کا اکثر حصہ عبادت میں گزرتا تھا۔ آپ تہجد کے پابند تھے اور صوم داؤدی کے مطابق
ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے۔ اکثر حج کیا کرتے تھے۔ آپ جہاد کا جذبہ بھی
رکھتے تھے۔ ایک دفعہ امیر مصر کے ساتھ جہاد کے لئے گئے اور شجاعت کے وہ جوہر دکھائے
کہ لوگوں کو قرون اولیٰ کی یاد تازہ ہو گئی {۱۶}۔

امام نسائی کا مسلک

دیگر محدثین کی طرح امام نسائی کے مسلک کے بارے میں بھی علمائے کرام میں
اختلاف ہے۔ علامہ تقی الدین سبکی (م ۷۵۶ھ) نے ان کو شافعیہ میں شمار کیا ہے {۱۷}
حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) لکھتے ہیں: ”اوشافعی المذہب بود چنانچہ
مناسک اور آں دلالت می کنند“ {۱۸} (آپ کے مناسک سے پتہ چلتا ہے کہ آپ شافعی
المذہب تھے۔)

محی السنہ مولانا سید نواب صدیق حسن خاں رئیس بھوپال (م ۱۳۰۷ھ) لکھتے ہیں:
امام نسائی شافعی المذہب تھے {۱۹}۔ حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

(م ۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں: امام نسائی کا تعلق شافعی مذہب سے تھا {۲۰}۔ مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری (م ۱۳۵۱ھ) لکھتے ہیں کہ ان کی سنن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حنبلی مسلک کے تھے {۲۱}۔ مگر کسی محدث کو شافعی و حنبلی وغیرہ کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اس امام یا مذہب کا معروف معنی میں مقلد تھا، بلکہ بعض اوقات کسی شخص کو بعض یا اکثر مسائل میں کسی امام کے ساتھ موافقت کی وجہ سے اس کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے۔ اس سے کسی امام کی تقلید اور بعض مسائل میں کسی امام کی موافقت کے درمیان فرق ہمیشہ ملحوظ خاطر رہنا چاہئے۔

وفات

امام نسائی کی ساری زندگی مصر میں گزری۔ مصر میں ان کو جو شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی، اس سے حسد کیا، چنانچہ آپ مصر سے ترک سکونت کر کے دمشق آ گئے۔ اور دمشق سے فلسطین کے ایک مقام رملہ میں رہائش اختیار کی۔ یہاں آپ نے ۸۸ سال کی عمر میں ۱۳ / صفر ۳۰۳ھ کو انتقال کیا۔ {۲۲}

تصنیفات

امام نسائی نے مختلف موضوعات پر کتابیں تصنیف کیں۔ جن کتابوں کے نام معلوم ہو سکے ہیں وہ حسب ذیل ہیں: السنن الکبریٰ، السنن الصغریٰ، خصائص علی، مسند علی، مسند مالک، عمل الیوم والیلہ، اسماء الرواة والتمییز بینہم، کتاب الضعفاء والمتروکین، کتاب الجمعہ، کتاب المدلسین، فضائل الصحابہ۔ {۲۳}

سنن نسائی

امام نسائی کی تالیفات میں سنن کے نام سے ان کی دو کتابیں ہیں۔ سنن کبریٰ اور سنن صغریٰ۔ لیکن صحاح ستہ میں ان کی سنن صغریٰ شامل ہے۔ اس کا دو سرا نام "المجتبیٰ" ہے۔ کتب صحاح میں جو مقبولیت اور شہرت صحیح بخاری اور صحیح مسلم کو حاصل ہے وہ

دوسری کتابوں کو حاصل نہیں ہو سکی۔ علمائے کرام نے سنن نسائی کو سنن ابو داؤد اور جامع ترمذی کے بعد رکھا ہے۔ تاہم سنن نسائی کا نام بھی ان کے ساتھ لیا جاتا ہے اور سنن نسائی کا صحاح ستہ میں شامل ہونا اس کی عظمت و اہمیت کا ثبوت ہے۔

سنن نسائی کی خصوصیات

جس طرح صحاح ستہ کی ہر کتاب بعض خصوصیات کے لحاظ سے دوسری کتابوں پر فوقیت رکھتی ہیں، اسی طرح سنن نسائی کی بھی بعض خصوصیات ہیں۔

امام نسائی زمانہ کے اعتبار سے ائمہ صحاح ستہ میں سب سے موخر ہیں۔ اور امام محمد بن اسلمیل بخاری (م ۲۵۶ھ) کی شخصیت سے زیادہ متاثر معلوم ہوتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے اپنی کتاب میں امام بخاری اور امام مسلم (م ۲۶۱ھ) کے طریقے کو جمع کرنے کی کوشش جو حدیث تالیف میں بھی ممتاز ہے۔ چنانچہ علامہ ابو عبد اللہ بن رشید (م ۷۲۱ھ) فرماتے ہیں :

وهو جامع بين طريقتي البخاري و مسلم مع حفظ

كثير من بيان العلل {۲۳}

(سنن نسائی بخاری و مسلم دونوں کے طریقوں کی جامع ہے۔ اور علل حدیث کا بیان اس پر مستزاد ہے۔)

سنن نسائی کی سب سے اہم خصوصیت اس کی شرائط ہیں۔ محدثین کرام نے لکھا ہے کہ امام نسائی کی شرائط امام بخاری و مسلم سے بھی سخت ہیں۔ علامہ ابن جوزی (م ۵۹۷ھ) نے المنتظم میں اور حافظ سخاوی (م ۹۰۲ھ) نے ”فتح المغیث“ میں امام خطابی (م ۳۸۸ھ) کا یہ قول نقل کیا ہے :

”علم دین میں اس سے بہتر کوئی کتاب تیار نہیں کی جاسکتی اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے زیادہ امور قبیہ اس میں موجود ہیں“ {۲۵}۔

سنن نسائی کے فضائل و محاسن

علمائے کرام نے سنن نسائی کے بہت سے فضائل و محاسن بیان کئے ہیں۔ محدث

ابو الحسن معافری (م ۴۰۳ھ) فرماتے ہیں :

جب تمام محدثین کی جمع کردہ حدیثوں پر نظر ڈالو گے، تو جس حدیث کی امام نسائی نے تخریج کی ہوگی وہ دوسروں کی روایت کردہ حدیث کی بہ نسبت صحت سے زیادہ قریب ہوگی {۲۶}۔

علامہ سخاوی (م ۹۰۲ھ) لکھتے ہیں :

صرح بعض المغاربة بتفضیل کتاب النسائی علی
صحیح البخاری {۲۷}

”بعض مغاریہ نے صراحت کی ہے کہ امام نسائی کی کتاب کو صحیح بخاری پر فضیلت حاصل ہے۔“

گنگوہی صاحب رحمہ اللہ نے مگر کتابوں کے تقابلیں کے طور پر کسی جاسکتی ہے، کیونکہ صحیح بخاری کے بارے میں امام نسائی کا یہ قول حافظ ابن حجر (م ۸۵۲ھ) نے نقل کیا ہے :

ما فی هذه الكتب كلها اجود من كتاب البخاری {۲۸}۔

”ان تمام کتابوں میں بخاری کی کتاب سے زیادہ خوب کوئی کتاب نہیں۔“

اس کے بعد حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ :

نسائی کی جودت سے مراد جودت اسانید ہے {۲۹}

ایک لطیفہ

سنن نسائی کی اپنی اہمیت و افادیت کے باوجود یہ امام بیہقی (م ۴۵۸ھ) کے پاس نہیں تھی۔ علامہ ذہبی (م ۷۴۹ھ) لکھتے ہیں :

لم یکن عنده سنن النسائی ولا جامع الترمذی ولا
سنن ابن ماجہ {۳۰}

”امام بیہقی کے پاس سنن نسائی، جامع ترمذی اور ابن ماجہ نہیں تھیں۔“

اسی طرح امام ابو عبد اللہ حاکم صاحب المستدرک (م ۴۰۵ھ) کو بھی سنن نسائی کا سامع حاصل نہیں تھا۔ {۳۱}

شروع و تعلیقات

سنن نسائی صحاح ستہ کا رکن عظیم ہے، مگر افسوس کہ اس کی شروح و تعلیقات کی طرف بہت کم توجہ کی گئی جو دیگر کتب کی طرف کی گئی۔ علامہ جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں :

جس طرح صحیحین، سنن ابوداؤد اور جامع ترمذی پر میں نے تعلیقات لکھی ہیں، اسی طرح سنن نسائی پر تعلیق لکھی ہے۔ اس کی ضرورت بھی تھی۔ اس کی تصنیف کو چھ سو سال کا عرصہ گزر چکا ہے لیکن اس کی کوئی شرح و تعلیق نہیں ہے اور میں نے اپنی تعلیق کا نام زہر الرئی رکھا ہے۔ {۳۲}

دوسری تعلیق یا حاشیہ علامہ محمد بن عبدالمادی سندھی (م ۱۱۳۸ھ) کا ہے۔ یہ حاشیہ علامہ ابن کثیر کا تعلق ہے۔ اس میں متن کے ضروری مقامات کا حل اور اعراب کی تحقیق اور الفاظ غریبہ کی تشریح کی گئی ہے۔

التعلیقات السلفیہ

علامہ سندھی کے حاشیہ کے تقریباً ۲۵۰ سال بعد مشہور اہل حدیث عالم اور محقق حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف (م ۱۴۰۸ھ) نے سنن نسائی کی شرح بنام ”التعلیقات السلفیہ“ لکھی، جو ۱۳۷۵ھ میں ان کے اشاعتی ادارہ مکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ لاہور نے شائع کی۔ یہ شرح بہت عمدہ اور جامع ہے۔ برصغیر کے علمائے کرام کے علاوہ عالم اسلام کے جید علمائے کرام اور محققین نے اس شرح کی تعریف و توصیف کی ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف کے علمی تجربہ کا اعتراف کیا ہے۔ خود مولانا محمد عطاء اللہ حنیف اس شرح کے بارے میں لکھتے ہیں :

”میں نے اس علمی شرح میں علامہ سندھی (م ۱۱۳۸ھ) کا پورا حاشیہ درج کر دیا ہے اور مناسب مقامات پر ضروری اضافے بھی کئے ہیں۔ اس کے علاوہ علامہ سیوطی (م ۹۱۱ھ) کے حاشیہ زہر الرئی کی جامع تلخیص بھی کی ہے۔ اس کے علاوہ علامہ حسین بن محسن انصاری الیمانی (م ۱۳۲۷ھ) استاد محی السنہ امیر الملک مولانا سید نواب صدیق حسن خاں

رئیس بھوپال (م ۱۳۰۷ھ) کا مختصر حاشیہ جو ابھی تک غیر مطبوعہ تھا، اس کو بھی اس شرح میں شامل کیا گیا ہے۔ اس شرح میں میں نے اسناد و تطبیق احادیث اور ابواب کی طرف خاص توجہ کی ہے۔ اور میں نے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) کے فوائد حدیثیہ سے خاصا استفادہ کیا ہے۔

سنن نسائی کے برصغیر میں متعدد نسخے شائع ہوئے۔ مگر جو نسخہ ۱۳۱۵ھ میں مولانا حافظ ڈپٹی نذیر احمد خاں (م ۱۳۳۵ھ) کے زیر اہتمام مطبع انصاری دہلی نے شائع کیا تھا وہ سابقہ سب اشاعتوں سے بہر حیثیت بہت عمدہ تھا۔ اور اس نسخہ میں ضبط و تحقیق رجال پر خاص طور پر کوشش کی گئی ہے۔ اور میں نے اپنی اس شرح میں اس نسخہ کو اصل قرار دیا ہے۔ {۳۳}

۱۳۷۵ھ میں اس کا پہلا ایڈیشن شائع ہوا اور اب تک اس کے پانچ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ مولانا سعید الرحمن عید آبادی (م ۱۳۳۸ھ) نے سنن نسائی کا اردو ترجمہ بنام ”روض الربی من ترجمة المحتبی“ کے نام سے کیا جو ۱۳۰۲ھ میں مطبع صدیقی لاہور نے شائع کیا۔

حواشی

- {۱} شاہ عبد العزیز دہلوی، بستان المحدثین، ص ۱۲۳۔
- {۲} ملا علی قاری، مرقاۃ، ج ۱، ص ۲۲۔
- {۳} ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب، ج ۹، ص ۳۸۔
- {۴} عبد السلام مبارکپوری، سیرت البخاری، ص ۳۳۵۔
- {۵} ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۵۴۔ شاہ عبد العزیز دہلوی، بستان المحدثین، ص ۱۳۲۔
- {۶} ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۳۷۔ ابن سبکی، طبقات الشافعیہ، ج ۲، ص ۸۴، ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج ۱۱، ص ۱۲۳۔ سیوطی، حسن المحاضرہ، ج ۱، ص ۱۳۷۔
- {۷} شاہ عبد العزیز دہلوی، بستان المحدثین، ص ۱۳۲۔
- {۸} ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۲۴۲۔
- {۹} عبد الحق محدث دہلوی، ائحة اللغات، ج ۱، ص ۱۷۔
- {۱۰} ابن سبکی، طبقات الشافعیہ، ج ۲، ص ۸۳۔ ابن حجر تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۳۷۔ نواب صدیق حسن خان، الحظ فی ذکر صحاح ستہ، ص ۱۲۷۔

- {۱۱} ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۳۷۔
- {۱۲} ابن خلدون، وفیات الاعیان، ج ۱، ص ۸۱۔
- {۱۳} ابن خلدون، وفیات الاعیان، ج ۱، ص ۵۹۔
- {۱۴} ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۳۷۔
- {۱۵} امیریمانی، توضیح الافکار، ج ۱، ص ۲۲۰۔
- {۱۶} ذہبی تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۲۶۸۔ ابن کثیر البدایہ والنہایہ، ج ۱۱، ص ۱۲۳۔ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۳۸۔
- {۱۷} تقی الدین سبکی، طبقات الشافعیہ، ج ۲، ص ۳۸۔
- {۱۸} شاہ عبد العزیز دہلوی، بستان المحدثین، ص ۱۲۳۔
- {۱۹} نواب صدیق حسن خان، ابجد العلوم، ص ۸۱۰۔
- {۲۰} شاہ ولی اللہ دہلوی، الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، ص ۸۰۔
- {۲۱} محمد انور شاہ کشمیری، فیض الباری، ج ۱، ص ۵۸۔
- {۲۲} ابن خلدون، وفیات الاعیان، ج ۱، ص ۵۹۔
- {۲۳} سیوطی، تدریب الراوی، ص ۵۱۶۔ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، بستان المحدثین، ص ۱۲۵۔
- استاذ خولی، مفتاح السنہ، ص ۱۵۳۔
- {۲۴} سیوطی، مقدمہ زہر الربیٰ۔
- {۲۵} ابن جوزی، المنتظم، ج ۶، ص ۱۳۱۔
- {۲۶} سیوطی، مقدمہ زہر الربیٰ۔
- {۲۷} فتوحی، فتح المغیث، ص ۳۳۔
- {۲۸} ابن حجر، مقدمہ فتح الباری، ص ۸۔
- {۲۹} ابن حجر، مقدمہ فتح الباری، ص ۸۔
- {۳۰} ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۳۳۵۔
- {۳۱} ابو عبد اللہ حاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص ۸۲۔
- {۳۲} سیوطی، مقدمہ زہر الربیٰ۔
- {۳۳} محمد عطاء اللہ حنیف، الاعتصام لاہور، ۷ فروری ۱۹۵۶ء، ص ۹۸۔

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لئے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے لہذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔